فکر و نظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اب کسے راہنما کرے کوئی؟

حکومت کے ساتھ کالعدم سیاسی جماعتوں کے مذاکرات کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل نقطہائے نظر سامنے آتے ہیں:

جمیعت العلمائے پاکستان نے حکومت سے ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی، سیاسی جماعتوں سے پابندی ہٹانے اور عام انتخابات کے جلد انعقاد کا مطالبہ کیا ہے۔

- مسلم لیگ کے سربراہ پیر پگاڑا نے مسلم لیگ کی قیادت میں سیاسی حکومت قائم کرنے کا ایک نکتہ فارمولا پیش کیا ہے۔
- مرکزی جمیعت اہلحدیث نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں سب کے لیے قابلِ قبول ترامیم کر کے اسے نافذ کرنے اور ۱۲ء اگست کے پروگرام کو ملک بھر کی سیاسی جماعتوں اور پوری قوم کے لیے قابلِ قبول بنانے پر زور دیا ہے۔
- خاکسار تحریک نے عام انتخابات اس سال کے آخر یا زیادہ سے زیادہ مارچ ۸۴ء تک کرالے، سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے، اخبارات پر سے پابندیاں ہٹانے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں حکومت کو ایک ۱۱ نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جس کے ایک نکتہ "سربراہ مملکت یعنی امیر کی ذمہ داریوں" کے تحت، اس کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ارکانِ شوریٰ کے مشورہ سے قانون وضع کرے اور اسے نافذ کرے۔
- جماعت اسلامی نے سیاسی جماعتوں کی بحالی، سیاسی قیدیوں کی رہائی، پریس پر عائد پابندیوں کا خاتمہ، انتخابی شیڈول کے جلد اعلان، ۱۹۸۴ء تک قومی و صوبائی اسمبلی کے انتخابات کرا کے نمائندہ حکومت قائم کرنے، مارشل لاء ہٹانے کا مطالبہ کیا ہے اور الیکشن میں ان تمام سیاسی جماعتوں کے حصہ لینے کی حمایت کی ہے

جو نظریۂ پاکستان پر یقین رکھتی ہیں۔

* پروگریسو پیپلز پارٹی کے نو رکنی وفد نے (مولانا کوثر نیازی کی قیادت میں) "انتخابات جلد اور بنیادی جماعتوں پر کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔"

جبکہ :

* کالعدم جمعیت العلمائے اسلام کے عبید اللہ انور گروپ نے حکومت سے مذاکرات کو بے مقصد قرار دیتے ہوئے مذاکرات سے انکار کر دیا ہے۔
* این۔ڈی۔پی کے ولی خاں نے اعلان کیا ہے کہ این۔ڈی۔پی حکومت سے مذاکرات نہیں کرے گی۔
* کالعدم تحریکِ استقلال کے سیکرٹری جنرل مشیر پیش امام نے فرمایا ہے کہ: حکومت سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کرکے صرف وقت ٹالنا چاہتی ہے۔
* ایم۔آر۔ڈی کے سیکرٹری جنرل ملک قاسم نے کہا ہے کہ ایم۔آر۔ڈی کی تحریک وقتی نہیں، قومی تحریک ہے ـــــ حکومت نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کردے تو تحریک ختم کی جا سکتی ہے۔

اب روزنامہ جنگ اور نوائے وقت کی یہ خبریں اور جلی سرخیاں ملاحظہ ہوں ـــــ باتیں ان کی عنوان ہمارے ہیں!

جمعیت العلمائے پاکستان

مذاکرات سے قبل :

"حکومت سے جمعیت کے مذاکرات پانچ نکاتی متفقہ ایجنڈا پر ہوں گے" ـــــ ایک اخبار نویس نے کہا کہ "وفد بھی پانچ رکنی ہے" تو مولانا نورانی نے حسبِ روایت حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ "یہ سب پنجتن پاک کی برکت ہے ـــــ پنجتن پاک کے صدقے یہ مذاکرات ضرور کامیاب ہوں گے"! (جنگ ۱۱ اکتوبر ۸۳ء)

مذاکرات کے بعد توقعات :

"جمعیت علمائے پاکستان کے، صدر جنرل ضیاء سے مذاکرات کے اچھے نتائج نکلیں گے!" ـــــ مولانا عبدالستار نیازی (نوائے وقت ۱۹ اکتوبر)

"پنجتن پاک کی برکت سے" "مذاکرات کی" "کامیابی" اور "ہائے کوسی!"

"حکومت سے مذاکرات کے دوسرے راؤنڈ کا کوئی امکان نہیں ۔ حکومت اقتدار کی پرامن منتقلی میں مخلص نہیں!" ــــــ شاہ احمد نورانی (جنگ ۲۰؍اکتوبر)

ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور صدرِ (جمعیۃ) کے درمیان اتحاد و اتفاق:

"نورانی صاحب کا مزاج کچھ زیادہ ہی تیز ہے!" ــــــ شاہ فرید الحق ڈپٹی سیکرٹری جنرل (جنگ ۱۴؍اکتوبر)

مسلم لیگ

مذاکرات:

مسلم لیگ کے سربراہ پیر پگاڑا نے مسلم لیگ کی قیادت میں سیاسی حکومت قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہے!

اخباری بیان:

"جمہوریت پاکستان کی اساس ہے، اگر اس ملک میں ووٹ کا نظام ختم کر دیا گیا تو وفاق کو اکٹھا رکھنا ناممکن ہو گا!" پیر پگاڑا (جنگ ۲۲؍اکتوبر ۸۳ء)

مذاکرات کا نتیجہ:

"باتیں بہت ہوئیں، نتیجہ صفر رہا ــــــ صدر نے مطالبات نہ مانے تو اذانوں میں اضافہ کر دیا جائے گا!" ــــــ پگاڑا (جنگ ۲۰؍اکتوبر)

جماعت اسلامی

دوسروں کے مذاکرات پر تبصرہ:

"سیاسی جماعتوں سے صدر کے مذاکرات کے نتیجے میں پیش رفت نظر نہیں آتی!" ــــــ پروفیسر غفور (نوائے وقت ۲۰؍اکتوبر)

پھر جب اپنی باری آئی:

"حکومت کے ساتھ مذاکرات کا نتیجہ ضرور برآمد ہو گا!" ــــــ ۶ رکنی وفد جس میں پروفیسر غفور بھی شامل تھے (جنگ ۲۲؍اکتوبر)

بعد میں :

"موجودہ صورتِ حال میں حکومت سے مذاکرات کے دوسرے راؤنڈ کا کوئی فائدہ نہیں !" ——— پروفیسر غفور (جنگ ۲۵ اکتوبر)

خاکسار تحریک

ایک ماہ قبل ۱۲۔ اگست کے سیاسی ڈھانچے کے سلسلہ میں تجویز :

" بخدمت جناب محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

جیسا کہ آپ متعدد بار اپنی تقاریر میں فرما چکے ہیں کہ اس ملک میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ۔ ہم سب اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں کہ ہمارا آئین چودہ سو سال پہلے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں مل چکا ہے اور اب ہمیں کسی اور آئین کی قطعاً ضرورت نہیں لہٰذا موجودہ غیر اسلامی آئین منسوخ کر کے قرآنِ پاک کو فوری طور پر بحیثیت آئین ملک میں نافذ کیا جائے !" (خط کی نقل جس کی سینکڑوں بقول خاکسار تحریک کی طرف سے دستخطوں کے ہمراہ صدرِ مملکت کو ارسال کی گئیں)

مذاکرات کے موقع پر :

" امیر کی ذمہ داری ارکانِ شوریٰ کے مشورہ سے قانون وضع کرنا اور اسے نافذ کرنا ہے !" (خان اشرف خان کے گیارہ نکات میں سے ایک نکتہ)

جمعیت اہل حدیث

گوالعدم جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا معین الدین لکھوی نے صدرِ مملکت سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے بیک وقت انتخابات کا مطالبہ کیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ یہ بات اسلام کے خلاف ہے (اسلام کے مطابق یہ ہے کہ غیر جماعتی بنیادوں پر ہوں ——— ناقل) ——— انہوں نے ایم آر ڈی کی مذمت کی اور ۷۳ء کے آئین میں اسلام کے مطابق ترمیم کرنے کا مطالبہ

کیا۔!" (جنگ ۲۰ر اکتوبر)

اصلی قائد:

"جمعیت اہلحدیث کے قائد میاں فضل حق اور لکھوی نہیں، ہم ہیں! ــــ حکومت نے ہمیں دعوت دی تو مذاکرات پر غور کیا جائے گا" ـــــ مولانا عبداللہ اور (مولانا) محمد حسین شیخوپوری کی پریس کانفرنس!

" انہوں نے پریس کانفرنس میں وضاحت کی کہ مولانا معین الدین لکھوی اور میاں فضل حق کی جمعیت اہلحدیث میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان کی جمعیت کی بنیادی رکنیت بھی ختم کردی گئی ہے۔ حکومت کی جانب سے مجلس شوریٰ کے ان دونوں ارکان کو جمعیت اہلحدیث کے قائدین کی حیثیت سے مذاکرات کی دعوت دینا مضحکہ خیز ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو پہلے ہی مجلس شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں۔ جمعیت اہلحدیث صرف ایک ہی تنظیم ہے جس کے قائد ہم ہیں ـــ ہمارا سیاسی موقف یہ ہے کہ ملک میں ۱۹۷۳ء کا آئین بحال کیا جائے۔ تمام سیاسی جماعتوں پر سے پابندی اٹھالی جائے۔ تمام سیاسی قیدیوں، نظربندوں کو رہا کیا جائے اور جماعتی بنیاد پر انتخابات کرائے جائیں۔ حکومت کو صرف ان جماعتوں کو مذاکرات کی دعوت دینی چاہیے جن کی کوئی حیثیت ہے"! (جنگ ۱۹ر اکتوبر ۸۳ء)

گویا وقار انبالوی کی زبان میں ؎

اتحادِ باہمی سے جن بڑوں کی لاگ ہے ۔۔۔ مختلف باتیں ہیں انکی یا کوئی ڈھراگ ہے

کون جانے انکے نغموں کی کہاں ٹوٹے گی تان ۔۔۔ اپنا اپنا ساز ہے اور اپنا اپنا راگ ہے!

(نوائے وقت ۲۱ر اکتوبر ۸۳ء)

یہ ہیں ہمارے وہ راہنما، جن کے درمیان قدرِ مشترک صرف "انتخاب" یا دوسری چیز "اختلاف" ہے ــــ اپنوں کو اپنوں سے بیر اور عداوت ہے ــــ سیاسی بصیرت کا عالم یہ ہے کہ مذاکرات میں منجملہ دیگر مطالبات کے، ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ "سیاسی جماعتوں کو بحال کیا جائے"۔ یعنی کم از کم ہمیں سیاسی جماعتیں تو تسلیم کیا جائے ــــ لیکن اس کے باوجود سیاسی جماعتوں کی حیثیت سے ہر ایک سے

الگ الگ مذاکرات بھی ہو رہے ہیں —— انتخاب اور صرف انتخاب کے ذریعے اپنی اپنی لیلائے اقتدار کی ایک جھلک دیکھ لینے کی تمنا کرنے والوں کا یہ حشر عبرتناک نہیں تو اور کیا ہے؟ —— جو لوگ کرسی سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے، اب الگ الگ مذاکرات پر بھی خوشی سے پھولے نہیں سماتے، اور ایک نے تو ترنگ میں آکر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ حکومت صرف مسلم لیگ کے حوالے کر دی جائے۔ پہلے یہ اقتدار کی خاطر "قومی اتحاد" بنا لیتے تھے، گول میز کانفرنسوں کا انعقاد کیا کرتے تھے، لیکن اب یہ اس کی خاطر اکٹھے مذاکرات بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اگر یہ سب مل کر حکومت کے ایوانوں کا رُخ کرتے تو کم از کم یہ مذاکرات تو کامیاب ہو جاتے —— لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے ان کے باہمی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں ایک اور سیاسی شہ مات دے دی ہے۔ اور ان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ جماعتی بنیادوں پر انتخابات کی راگنی الاپنے کے باوجود، تم ابھی تک اس قابل نہیں ہو کہ حکومت تمہارے حوالے کر دی جائے —— اور اس کا ثبوت صدرِ مملکت کے یہ بیان بھی ہیں کہ:

"ملک کو انتشار کے حوالے ہرگز نہیں کروں گا!" (جنگ ۱۳ اکتوبر)

"مقاصد پورے ہونے تک اقتدار سے الگ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں!"

(جنگ ۲۱ اکتوبر)

—— گویا حکومت زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے کہ "ہم نے مذاکرات کے لیے آمادگی ظاہر کی تو تم، اسی کو غنیمت خیال کر کے بغیر یہ سوچے سمجھے اٹھ بھاگے کہ سیاسی جماعتوں کی بحالی کا بہترین موقع تو یہی ہے، یعنی ہم سے مذاکرات کے لیے شرط ہی یہ لگائی جاتی کہ پہلے ہمیں سیاسی جماعتیں تو تسلیم کیا جائے، تو شاید ہم تمہاری بات مان لیتے اور تمہاری سب کی سیاست کے بھی قائل ہو جاتے، لیکن یہ موقع بھی تم نے ضائع کر دیا ہے!"

ظاہر ہے:

جو لوگ اسلام سے زیادہ انتخاب کے لیے مخلص ہیں، ان کی سمجھ میں یہ بات آ بھی کیونکر سکتی تھی۔؟

جہاں تک عوام کا تعلق ہے، ان کی خواہشات اب بھی یہی ہیں کہ کسی طرح

یہ راہنما اکٹھے مل بیٹھیں، تو ان کا اعتماد کھو دینے کے باوجود، ان پر اعتماد کیا جائے ۔ چنانچہ اس ضمن میں سیاسی بحران کے حل کے لیے "نوائے وقت" کے ایک عوامی سروے کا حوالہ بے جا نہ ہو گا جس کے نتائج کچھ یوں ہیں:

"انتخابات مارچ ۸۴ء میں ہوں = ۸۰ فیصد آراء، انتخابات سیاسی بنیادوں پر ہوں = ۶۹ فیصد آراء، سیاسی ڈھانچے میں ترامیم ہونی چاہئیں = ۶۶ فیصد آراء۔ صوبائی اور وفاقی انتخابات ایک ساتھ ہوں = ۵۴ فیصد آراء، انتخابی عمل کی نگرانی موجودہ حکومت کرے = ۶۵ فیصد آراء!"

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عوام کم از کم سیاستدانوں کی اس بیان بازی کہ مارشل لاء شجر ممنوعہ ہے، کی حد تک ان سے متاثر ضرور ہیں، جس کا لب لباب یہ ہے کہ حکومت تبدیل ہونی چاہیے۔ ورنہ جہاں تک عوام کے موجودہ حکومت پر اعتماد کا تعلق ہے تو:

"انتخابی عمل کی نگرانی موجودہ حکومت کرے: ۶۵ فیصد آراء"

کو بہر طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ اور نہ ہی بلدیاتی انتخابات میں، جو غیر جماعتی بنیادوں پر تھے، عوام کی دلچسپی کو اُس اعتماد کے علاوہ کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے!

نوائے وقت کے مذکورہ سروے کے سلسلہ میں یہ بات بھی بلا جھجک کہی جا سکتی ہے کہ ان آراء کا تعلق اخبار بین طبقہ (بلکہ نوائے وقت پڑھنے والوں) سے ہے۔ ورنہ وُہ عوام جو اخبارات کا مطالعہ نہیں کرتے، لیکن جن کا ووٹ ضرور کاسٹ ہوتا ہے، ان کی تعداد "نوائے وقت پڑھنے والے عوام" سے کئی گنا بڑھ کر ہے، جن سے ان سیاستدانوں کا نہ صرف رابطہ منقطع ہے بلکہ جن کے مسائل اور سوچ سے بھی یہ لوگ کوسوں دُور ہیں اور جن کا تبصرہ ان کے بارے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ:

"انہوں نے ملک کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے!"

چنانچہ اس کا ثبوت بھی "نوائے وقت" کے اس سروے نے فراہم کر دیا ہے۔ اخبار نے لکھا ہے:

"یہ امر دلچسپی کا حامل ہے کہ (رائے شماری کے لیے) بعض کوپنوں پر جوابات کے ساتھ گالیاں اور ناشائستہ ریمارکس بھی تھے۔ جو کچھ تو حکومت کے

بارے میں تھے اور کچھ سیاسی جماعتوں یا بعض سیاستدانوں کے بارے میں!» (نوائے وقت ۲۱۔ اکتوبر ۸۳ء)

اب ظاہر ہے، حکومت کے بارے میں ان ریمارکس کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے، کہ کسی بھی حکومت کے دورانِ اقتدار کسی بھی قسم کی عوامی بے چینی کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن سیاستدان، جو بیچارے ویسے ہی کالعدم ہیں، وہ اس عتاب کا شکار کیوں ہیں؟۔۔ ظاہر ہے عوام ان کی حرکتوں سے نالاں ہیں اور ان کے شب و روز کے ان جمہوری تماشوں سے بیزار! ــــــ جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تم اقتدار کے لیے قلابازیاں لگاتے رہو، لیکن کم از کم ہمیں جینے کا حق تو دو، ــــــ ہمارے مسائل تو کچھ اور ہیں جن کا تمہیں علم ہی نہیں، لہٰذا ہمیں خود تو ان سے نپٹنے کا موقع دو! ــــــ اور کون نہیں جانتا کہ سیاستدانوں سے عوام کی اس نفرت کا سب سے بڑا سبب وہ قومی اتحاد ہے جو نظام مصطفےٰ ؐ کے نام پر بنا تھا، لیکن جب وزارتِ عظمٰی کی مضبوط کرسی عوام ہی کے خون پسینہ میں بہہ نکلی تو اس اتحاد میں شامل سیاسی جماعتوں نے اپنی اپنی راہ لی اور بعض جماعتوں کے قائدین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارا مقصد پورا ہو چکا ہے، اب اتحاد میں شامل رہنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ حالانکہ اس وقت تک یہ تحریک اپنے منطوق و مقصود تک نہ پہنچی تھی ــــــ چنانچہ ادھر سیاستدان رفوچکر ہو گئے، ادھر عوام نے حیران و ششدر اپنے دانتوں تلے انگلیاں دبالیں ــــــ یوں مجسّم سوال بن کر کہ ؎

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے راہنما کرے کوئی!

اور آج تک یہ حالت ہے کہ دن رات انتخابات کے گیت گانے والی ان جماعتوں میں سے بعض نے ابھی تک اپنے اندرونی انتخابات بھی نہیں کرائے، اور نامزدگیوں سے کام چلایا جا رہا ہے! ــــــ علاوہ ازیں ان تمام سیاسی جماعتوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی جماعت نہیں جو ملک گیر اثر و رسوخ کی حامل ہو، اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی ایسا راہنما یا شخصیت موجود ہے جسے ملک گیر مقبولیت حاصل ہو ــــــ ان حالات میں اگر حکومت انتخابات کرانے کا اعلان کر بھی دیتی ہے، جیسے کہ ۲۵ ر اکتوبر

کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے الیکشن کمیشن کو انتخابات کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی ہدایت کی ہے ۔ تو ان جماعتوں میں سے کون سی جماعت اس پوزیشن میں ہے کہ وُہ فوری انتخابات کی صورت میں اس قدر اکثریت حاصل کر سکے گی، جو اسے حکومت بنانے کے لیے درکار ہو سکتی ہے ؟ ـــــ ظاہر ہے، ایسے میں مخلوط حکومت ہی قائم ہو سکتی ہے، لیکن جو سیاسی جماعتیں اپنے متضاد سیاسی نظریات کی بنا پر ایوانِ اقتدار سے باہر اکٹھی نہیں ہو سکتیں، وُہ کیا ایک مخلوط حکومت کو چند دن سے بھی زیادہ چلنے کا موقع دیں گی؟ نتیجہ شدید ملکی انتشار کی صورت میں ظاہر ہو گا، اقتدار کے لیے چھینا جھپٹی ہو گی ۔ اور خدانخواستہ یہی وُہ وقت ہو گا کہ دشمنانِ ملک اس کے شدید منتظر ہیں ـــــ کیونکہ بیرونی دشمن بھی اسی وقت ضرب کاری لگاتا ہے جب اندرونی محاذ کمزور ہو ـــــ جبکہ اندرونی دشمنوں کے عزائم بھی ڈھکے چھپے نہیں ہیں، جنھوں نے حکومت کے خلاف ایم ۔ آر ۔ ڈی کے نام سے متحدہ محاذ قائم کر رکھا ہے، اور جنھوں نے بدترین دشمن ہمسایہ ملک بھارت کو ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی دعوت تک دے ڈالی ہے ۔ حتیٰ کہ ان کے بعض جلا وطن راہنماؤں نے یہ اعلان کیا ہے کہ "سندھ علیحدگی کی راہ پر چل رہا ہے، اور یہی ہماری پالیسی ہے!"

پس اے راہنمایانِ قوم، عوام کا مطالبہ اور ان کے مسائل یہ نہیں کہ تم اقتدار کے لیے آپس میں مسلسل برسرپیکار رہو ـــــ ان کے مطالبات یہ ہیں کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں، ان کے مال کی طرف بڑھنے والا ہاتھ کاٹ دیا جائے، ان کی عزت کی طرف اٹھنے والی آنکھ پھوڑ دی جائے ـــــ راشی اور مرتشی ملعون ٹھہریں، قاتلوں کی گردنیں ان کے تن سے جُدا ہوں، زانی سنگسار کیے جائیں، بدمست شرابیوں پر وُہ کوڑے برسیں کہ ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں، انہیں سستا اور فوری انصاف ملے، ظلم سے انہیں نجات ملے، مجرم کیفرِ کردار کو پہنچیں اور مسلم معاشرہ امن و عافیت کا گہوارہ بنے ـــــ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کا اور ان کا مشترکہ مسئلہ، اخروی کامیابی کی راہیں ہموار ہوں ـــــ بالفاظِ دیگر، وُہ انتخاب نہیں، اسلام چاہتے ہیں ۔ اور آپ کی ضرورت انہیں شریعت کی عملداری کے لیے متحد و متفق ہو کر پُرخلوص کوششوں اور راہنمائی کے سلسلے میں ہے ۔ اس ہلڑ بازی کے سلسلے میں نہیں، جس کا دوسرا نام مغربی جمہوریت ہے، جس کو آپ نے دین و ایمان کا درجہ دے رکھا اور جس کی خاطر آپ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششوں میں

مصروف ہیں۔ وہی مغربی جمہوریت کہ جس نے نہ صرف ملک کو دو نیم اور نیم جان کر دیا ہے، بلکہ آج تک اسے اپنی نظریاتی بنیادوں پر استوار ہونے کا موقع نہیں دیا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کی سلامتی کو تھوڑی سی آنچ اور آئی تو یہ جھگڑے، یہ اختلافات اور تنازعے سب قصۂ پارینہ بن کر رہ جائیں گے، اور آپ بھی اس تباہی و بربادی سے اپنا دامن نہیں بچا سکیں گے!

ہم نے یومِ آزادی کے موقع پر گھسے پٹے سیاسی ڈھانچوں کی تشکیل کے اعلان کی بجائے شریعت کی عملداری کے اعلان پر زور دیا تھا ——— اور اس کا واحد طریقِ کار یہ بتلایا تھا کہ قرآن مجید کی دستوری حیثیت تسلیم کرنے کے بعد، اپنی جملہ مساعی کو اس دستورِ اسلام کے تحت تیز کرنے کا عہد کیا جائے۔ کہ صرف اسی صورت میں پاکستان اپنی نظریاتی بنیادوں پر قائم رہ سکتا ہے اور یہی ہماری موجودہ تمام سیاسی، معاشی اور معاشرتی بے چینیوں کا واحد حل ہے ——— "محدث" کے فکر و نظر کے صفحات میں شائع ہونے والا یہ آرٹیکل "ہمارا دستور قرآن ہے!" کئی اخبارات و جرائد مثلاً ہفت روزہ اہلحدیث، ہفت روزہ الاسلام، پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث اور ماہنامہ ترجمان الحدیث کے علاوہ روزنامہ وفاق اور روزنامہ نوائے وقت کے ملی ایڈیشن کے صفحۂ اول پر بھی چھپا تھا ——— اور اس طرح اسے بحمد اللہ جملہ دینی اور سماجی حلقوں میں خوب خوب پذیرائی حاصل ہوئی ——— مگر حکومت سے مذاکرات کے موقع پر یہ جان کر، ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اہلحدیث قائدین بھی قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت سے ناواقف ہیں ——— چنانچہ جمعیت اہلحدیث کے دونوں دھڑوں میں سے ایک دھڑے نے تو حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترامیم کر کے اسے سب کے لیے قابلِ قبول بنایا جائے، ——— تو دوسری "اصلی" جمعیت اہلحدیث نے نہ صرف یہ اعلان فرمایا کہ "جمعیت اہلحدیث کے قائدین لکھوی اور فضل حق نہیں، ہم ہیں" ——— بلکہ انہوں نے ۷۳ء کے اس دستور کو بحال کر کے جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرانے کا مطالبہ بھی حکومت سے داغ دیا ——— آہ! کتاب و سنت کے علمبردار بھی کتاب و سنت سے ناآشنا نکلے، طرفہ یہ کہ ان میں سے کوئی شیخ القرآن ہے اور کوئی شیخ الحدیث! ——— یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ عوام کے

دیگر سیاسی قائدین کی طرح، اہلحدیث عوام کے اہلحدیث قائد بھی حکومت کے ایوانوں تک پہنچنے کے باوجود، ان کے جذبات حکومت تک نہ پہنچا سکے۔ اس لیے کہ روایتی قائدین کی طرح انہیں بھی اپنے عوام کے جذبات سے آگہی حاصل ہی نہ تھی ——— جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اہلحدیث عوام کب یہ چاہتے ہیں کہ ان کے قائدین "اصلی اور نقلی" میں بٹ جائیں۔ چنانچہ سیاسی قائدین کے سلسلہ میں عوام الناس کا اگر یہ تبصرہ ہے کہ انھوں نے ملک کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے تو جماعت سے متعلق اہلحدیث عوام کا، اہل حدیث قائدین سے شکوہ بھی محتاجِ وضاحت نہیں ہے!

——— اور گواہ رہیے، کتاب و سنّت کے حامل قارئینِ کرام، کہ ہم نے اتمامِ حجت کر دی تھی۔ چنانچہ جمعیت اہلحدیث کے قائدین کے صدرِ مملکت سے مذاکرات سے قبل، مدیرِ محدث نے مولانا معین الدین لکھوی سے فون پر یہ کہا کہ مذاکرات میں حکومت سے اہلحدیث کا مطالبہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کا اعلان کیا جائے اور اس کی واحد تبیین یعنی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پابندی میں شریعت کی عملداری کی کوششوں کا آغاز کیا جائے ——— لیکن وائے ناکامی، جواب یہ ملا کہ قرآنِ مجید دستور ہے ہی کہاں؟ ——— اس میں تو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا ذکر نہیں ہے ——— اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا،

مدیرِ محدث نے حیران و ششدر اُن سے یہ کہا کہ "آپ قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت سے متعلق "محدث" کے پچھلے دو تین ماہ کے اداریے پڑھیے، جن میں ہم نے اس موضوع پر بالتفصیل لکھا ہے! ——— چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حکمران بھی تھے، تو آپ کی اس حکومت کا دستور قرآنِ مجید ہی تھا!" ——— لیکن اس کے باوجود جمعیت اہلحدیث نے وُہی گھِسا پِٹا مطالبہ حکومت سے کر ڈالا، جس کو اُوپر ہم ذکر کر آئے ہیں ——— اور دوسری صبح جب اہلحدیث کے "اصلی قائدین" نے بھی اپنا بیان داغا تو اہلحدیث عوام کی مزید تسلی، ہو گئی ——— چنانچہ آج سیاسی قائدین کے عوام الناس کی طرح اہلحدیث قائدین کے اہلحدیث عوام بھی یوں سراپا سوال ہیں کہ ؎

(یہ) کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے راہنما کرے کوئی؟

فون پر چونکہ طویل گفتگو ممکن نہ تھی، لہٰذا قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت سے متعلق چند اشارات ہم اب درج کیے دیتے ہیں:— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ "وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ!"

— خط کشیدہ الفاظ کے ساتھ اگر "هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"— اور پھر انہی کے ساتھ "هُمُ الْفَاسِقُوْنَ" کا اضافہ کر دیا جائے تو سورۂ مائدہ کی یہ تینوں آیات (۴۴، ۴۵، ۴۷) مکمل ہو جاتی ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ:

"جس نے اس چیز کے مطابق، جو ہم نے نازل کی ہے، حکومت نہ کی تو یہی لوگ کافر ہیں، یہی لوگ ظالم ہیں— اور یہی لوگ فاسق ہیں!"

چنانچہ یہ تینوں آیات قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کا اعلان فرما رہی ہیں!

۲۔ "فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ!" (المائدہ: ۴۸)

کہ "(اے نبیؐ) "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کے مطابق حکومت کیجئے!"

کیا عدلیہ، حکومت کا حصہ نہیں؟— حکومت اگر "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو انتظامیہ اور عدلیہ، سب کے لیے دستور قرآنِ مجید ہی ہے!"

۳۔ "وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ!" (المائدہ: ۴۹)

"(اے نبیؐ) "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کے مطابق فیصلے کیجئے!"

۴۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ!" (النساء: ۱۰۵)

کہ "بے شک ہم نے یہ کتاب (اے نبیؐ) آپ پر حق کے ساتھ اتاری ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اس کے مطابق کریں جو اللہ نے آپ کو سمجھا دیا ہے[1]!"

— یہ "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کیا ہے؟— کیا سورۃ نساء کی مندرجہ بالا آیت

---

[1] تفسیر ماجدی میں اس آیت پر مولانا عبدالماجد دریا بادی نے حاشیہ یوں لکھا ہے:

"یعنی قانونِ عدل کے مطابق— آیت اس باب میں صریح ہے کہ فیصلہ جو کچھ بھی کیے جائیں، قرآن ہی کے مطابق و ماتحت کیے جائیں، نہ کہ اپنے ہوائے نفس کے موافق یا کسی انسانی دماغ کے گھڑے ہوئے آئین و دستور کے ماتحت!"

"میں اسی "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" کے مفہوم میں "کتاب" کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا؟ — یہ کونسی کتاب تھی جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکومت کی اور فیصلے فرمائے؟ — اور مسلمانوں کی وہ کونسی ہائی کورٹ ہے جو اس عدالتِ نبوی کی مرہونِ منت نہیں؟ اور جس کے بارے میں اللہ احکم الحاکمین کا یہ ارشاد ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا!" (النساء: ۶۵)

"(اے نبیؐ) آپ کے رب کی قسم، جب تک یہ لوگ آپ کو اپنے جھگڑوں میں فیصل نہیں مانیں گے اور آپ کے فیصلوں پر سر تسلیم خم نہ کر دیں، یہ مومن نہیں ہو سکتے!"

کیا اس عدالتِ نبوی کا ذکر قرآن مجید میں نہیں؟ — یہ آیات تو عدلیہ کے بارے میں ہی وارد ہیں — پھر آپ کونسی ہائیکورٹ کو قرآنِ مجید میں تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں؟

— قرآن مجید میں "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ" کا کیا مطلب ہے؟ اور اللہ کے یہ احکام ہمارے سامنے کس شکل میں موجود ہیں؟ — "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" کا کیا مطلب ہے؟ — یہ دین کیا ہے اور نعمت کونسی؟ — پھر اس دین و نعمت کی اکملیت و اتمام کے کیا معنی ہیں؟ — اسلام کیا ہے اور یہ کہاں پایا جاتا ہے؟ — مولانا کتاب و سنت میں!

وہ کونسی مقدس دستاویز تھی جس کا حوالہ دے کر ایک عورت نے فاروقِ اعظمؓ ایسے رجلِ عظیم کو حق مہر کی تعیین کے ارادہ سے باز رکھا تھا، اور انہیں یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا:

"إِنَّ امْرَأَةً خَاصَمَتْ عُمَرَ فَخَصَمَتْهُ!"

کہ "ایک عورت نے عمرؓ سے جھگڑا کیا اور ان پر غالب آ گئی!"

اس عورت کے ہاتھوں میں کون سی قوت تھی؟ — کیا یہ اسی دستورِ اسلام کی بالادستی نہ تھی، جس کا نام قرآنِ مجید ہے؟ — وہ کیا چیز تھی کہ جب امام مالکؒ

کے سامنے خلیفۂ وقت نے ان کی مؤطا کو دستوری حیثیت دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو امام صاحب نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے خلیفہ کو اس امر سے باز رکھا؟ ـــــ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَوْلُهٗ مَقْبُوْلٌ وَمَرْدُوْدٌ، عَلَيْهِ اِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ!"

کہ "ہر شخص کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے، سوائے اس صاحبِ قبر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے!"

ـــــ ان صاحبِ قبر کی بات کیوں ٹالی نہیں جا سکتی؟ ـــــ اس لیے کہ:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى - اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى!"

کہ "یہ نبیؐ جو کچھ بولتے ہیں، اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ہاں وحی کی بنا پر بیان فرماتے ہیں!"

ـــــ یہ وحی کیا ہے؟ ـــــ بیان کیا اور کس چیز کا؟ ـــــ دیکھیے قرآن مجید:

"وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ!" (النحل ۶۴)

کہ "ہم نے آپ کی طرف کتاب اس لیے نازل فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ چیز واضح کر دیں جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے!"

ـــــ یہ بیان سنتِ رسولؐ اور حدیثِ رسولؐ ہے، اور بیان کی جانے والی چیز کتاب اللہ، قرآنِ مجید ہے ـــــ گویا دساتیرِ عالم میں سے دستورِ اسد، یعنی قرآن مجید، ایسا واحد دستور ہے کہ جس کی تبیین بھی منزل من اللہ ہے، اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صورت میں متعین! ـــــ اور یہی وہ چیز ہے، جس کی دستوری حیثیت کی طرف اپنی "مؤطا" کی بجائے امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اشارہ فرمایا تھا!

ـــــ یہ کتاب اور اس کی تبیین وہی چیز ہے، جس کی وضاحت امام ابنِ تیمیہ رحمہ نے "معارج الوصول الی معرفۃ ان اصول الدین وفروعہ قد بیّنھا الرسول" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھ کر فرمائی ہے، کہ سنّت (جو قرآن مجید کا بیان ہے) تا قیامت پیش آنے والے جملہ واقعات واحوال میں ہماری راہنمائی کرتی ہے ـــــ پھر کیا ہائیکورٹ

باقی رہ جاتی ہے بس ——— آہ!

"بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ"

"اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور عنقریب اجنبی ہو جائے گا!"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حکومتیں دستوری تھیں یا غیر دستوری؟ ——— اگر دستوری تھیں تو ان کا دستور کیا تھا؟ وہ کونسی مقدس دستاویز ہے جس کا ایک ایک نقطہ، ایک ایک حرف، ایک ایک شوشہ، حتیٰ کہ زیر اور زبر بھی دستوری حیثیت کی حامل ہے؟ ——— اور آج اگر ہمارے لیے کوئی اور دستور ہونا چاہیے تو اس مذکورہ دستور کو کس نے منسوخ کیا اور یہ کب منسوخ ہوا؟ ——— وہ کون سا دستور ہے جس نے محمدؐ بن عبداللہ کو رسول اللہ بتلایا؟ ——— جس نے خلیفۃ الرسولؐ کو مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کا اختیار دیا[1] اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کرنے کی اجازت بخشی تھی؟ ——— یہ فیصلے کس عدالت کے تحت ہوئے؟ ——— اور آج اگر کسی بھی حکومت کو ہر قسم کے اختیارات اس حکومت کا دستور دیتا ہے، تو مسلمان حاکموں کو یہ اختیارات کس نے دیے ہیں؟ ——— دستور کا اسلامی نام کیا ہے؟ ——— شریعت کس چیز کا نام ہے؟ ——— مولانا، یہ اللہ رب العزت کا وہی پاک کلام ہے، جس پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے ——— جو آج بھی اقوامِ متحدہ میں سعودی حکومت کی طرف سے بحیثیتِ دستور موجود ہے، اور اہلحدیث کا بچہ بچہ اسے دستورِ اسلام کی حیثیت سے

---

[1] یہ اختیار صدیقِ اکبرؓ کو قرآن مجید کی دستوری حیثیت نے دیا تھا ——— اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مسلمان حکومت کا زکوٰۃ وصول کرنا بھی قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق ہے ——— یعنی جو حکومت قرآن مجید کو اپنا دستور ماننے کا اعلان نہیں کرتی، وہ زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ پہلے وہ یہ اعلان کرے، پھر زکوٰۃ وصول کرے! ——— ورنہ نہ تو اسے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے اور نہ ہی وہ اسلامی حکومت کہلا سکتی ہے ——— یہی وہ بات ہے جس کی طرف ہم نے اپنے مذکورہ مضمون "ہمارا دستور قرآن ہے!" کے آخر میں اشارہ کیا تھا کہ حکومت کا قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کا اعلان اور اس پر عملدر آمد ہی اسے اسلامی حکومت بنا سکتا ہے!

جانتا اور مانتا ہے۔ !

محترم مولانا، آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ۷۳ء کے دستور میں ترمیم کر کے اسے سب کے لیے قابلِ قبول بنایا جائے — بتائیے وُہ کون سا دستور ہے جو سب مسلمانوں کے نزدیک یکساں قابلِ قبول ہے؟ — اور جس میں ترمیم کی ضرورت نہ آج تک پیش آئی ہے نہ تا قیامت پیش آئے گی اور نہ ہی اس کی کسی میں ہمت ہے! — جدید دستوری نظریات میں آئین کا لازمہ یہ ہے کہ "یہ وُہ دستاویز ہوتی ہے جس سے بالاتر کوئی بھی دستاویز نہیں ہوتی!" — بتائیے، اس جدید فکر کی روشنی میں بھی مسلمانوں کے پاس آج سب سے بالاتر دستاویز کون سی ہے؟ — روزنامہ "جنگ" کے مطابق آپ نے ۷۳ء کے آئین میں اسلام کے مطابق ترمیم کرنے کا مطالبہ فرمایا ہے، جبکہ اسلام ہمیں قرآن ہی سے ملا ہے۔ اور قرآن مجید خود کو چھوڑ کر کسی دوسرے آئین کی عملداری کو کفر، ظلم اور فسق سے تعبیر کرتا ہے۔ تو پھر یہ ترمیم اسلام کے مطابق کیونکر ہو سکتی ہے؟

آپ نے ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی بات کی ہے، تو آئیے ہم اس بارے میں ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ ہی کے تین ججوں کا نقطۂ نظر آپ کو یہ بتائیں کہ انہوں نے قرآن کریم ہی کی روشنی میں ۷۳ء کے آئین کو قبول کرنے والوں کو کافر اور ظالم قرار دیا ہے — دیکھئے روزنامہ جنگ ۲۲ر اکتوبر ۸۳ء میں سپریم کورٹ کے سابق جج بدیع الزمان کیکاؤس، پشاور ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس شبیر الدین احمد خان اور ریٹائرڈ جسٹس اے۔ آر چنگیز کا بیان! — انہوں نے مزید کہا ہے کہ:

"۱۹۷۳ء کا آئین منافقانہ اور بھلا دھوکہ ہے (جلی سرخی) — اس آئین کے ابتدائیہ میں تو بجا طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلامی سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے اور واحد حاکم اور منبع قانون اللہ تعالیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن آئین میں پابندی کے قابل صرف وُہ حصہ ہوتا ہے جو آئین کے اندر ہو۔ اور آئین کے اندر جو کچھ درج کیا گیا ہے۔ اس کے معنے یہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اور پارلیمنٹ کے پاس قانون سازی کے لامحدود اختیارات ہیں۔ آئین میں ہر معاملہ اللہ کی حاکمیت اور رضا کی بجائے سیاستدانوں کی رضا پر چھوڑ دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جگہ سیاستدانوں نے لے لی اور سیاستدان انسانوں کا

خدا بن گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو حقوق دیے ہیں وُہ سارے کے سارے غصب کیے جا سکتے ہیں جیسے کہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ آئین میں لکھ دیا گیا ہے کہ سیاستدان سے کوئی باز پرس نہیں ہو سکتی، اور صدر اور گورنر سے بھی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی!" ـــــ (جبکہ قرآنِ مجید ایسا دستور ہے جس کے تحت راعی اور رعایا، سبھی خدا کے حضور جوابدہ ہیں ـــــ ناقل)

پس مولانا، ان واقفینِ حال کی ان تصریحات کی روشنی میں اس دستور کو آپ کہاں کہاں اسلامی بنائیں گے؟ افسوس کہ جدید دور کے قانون دان بھی قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت سے واقف ہیں، لیکن قائدینِ اہلحدیث کے بارے میں ہم کیا کہیں ـ

ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ـــــ اور اے "صاحب حیثیت" اور اصلی قائدین، آپ نے بھی دیکھ لیا اس ۷۳ئ کے آئین کو، جس کو آپ محض سیاسی قائدین کی تقلید میں بحال کرانا چاہتے ہیں؟ ـــــ پھر لکھوی گروپ پر "حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا" آپ کو کیوں گراں گزر رہا ہے؟ ـــــ اگرچہ یہ بات بھی آپ کی غلط ہے ـــــ کیونکہ صدر صاحب تو ۱۲ر اگست کی نشری تقریر کے ایک حصتہ میں واضح طور پر یہ اعلان کر چکے ہیں کہ:

"مسلمانوں کا آئینِ مطلق تو قرآن ہی ہے!" ـــــ اور:

"مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور اور آئین کو خود مرتب کرنے کا حق بھی نہیں رکھتے، ان کا دستور مرتب و متعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے ـــــ اور وُہ ہے قرآنِ مجید!"

لہٰذا اُن بیچاروں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ صدر صاحب کہتے کیا ہیں؟ ـــــ پھر آپ نے ان پر حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے کا الزام کیونکر دے دیا ہے؟

ـــــ ہاں آپ اپنی کہیئے، کہ نقلی قائدین نے تو پھر بھی ۷۳ء کے اس آئین میں ترمیم کی ضرورت محسوس فرمائی ہے لیکن آپ، اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر اسے (من وعن) بحال کرانا چاہتے ہیں ـــــ آپ واقعی اصلی قائدین ہیں اور وُہ واقعی نقلی ـــــ آہستہ آہستہ شائد وُہ بھی اصلی ہو جائیں، چنانچہ جب سیاست عروج پر پہنچ جائے گی تو وُہ آپ کی طرح اس ترمیم کی ضرورت بھی محسوس نہیں فرمائیں گے ـــــ لیکن افسوس، کتاب وسنت کے حامل اہلحدیث عوام، قال اللہ وقال الرسول پر

ایمان رکھنے والے اور مساجد میں ان کا غلغلہ بپا کرنے والے پھر بھی اسی مخمصے میں پڑے رہیں گے کہ اصلی کون ہے اور نقلی کون؟ — چنانچہ اگر آپ سب اس اصلی اور نقلی کے چکر میں پڑے رہے تو وہ یہ فریاد کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ:

ع خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں؟

اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللهِ! — وما علينا الا البلاغ!

(اکرام اللہ ساجد)

خلافت و جمہوریت

دورِ حاضر کا ایک نہایت اہم مسئلہ

مغربی جمہوریت جو دورِ حاضر کا سب سے بڑا بُت ہے جس کو گرائے بغیر اقامتِ دین ممکن نہیں کہ اسلامی نظامِ حیات سے اس کو دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جبکہ ہم نفاذِ اسلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی گلے لگائے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں
فاضلِ محترم مولانا عبدالرحمان کیلانی کے ترجمانِ کتاب و سنت اور حقیقت نگار قلم سے

قیمت ۱۵ روپے — مجلد ۱۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی - ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴